www.KitaboSunnat.com

(رواہ احمد و مسلم)

یعنی "رمضان کے آخری عشرہ میں بنسبت پہلے دھاکوں کے آپ عبادت میں بہت زیادہ منہمک رہتے۔"

دوسری روایت میں ہے:

كَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔" (متفق علیہ)

یعنی "حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں۔ جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ ساری رات خود بھی جاگتے، اپنے اہل کو بھی بیدار رکھتے۔ اور عبادت میں مصروف رہتے۔"

تیسری روایت میں ہے:

"فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ

یعنی "نوافل کثرت سے پڑھ!"

ان احادیث سے دوسرے گروہ کے لیے استدلال ہو سکتا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح کے علاوہ عام نوافل کی حیثیت سے اضافہ کا کوئی حرج نہیں۔ زائد رکعات کی کوئی حد بندی نہیں، جس طرح کہ جمعہ سے پہلے نوافل کی کوئی حد بندی نہیں: "فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ ۔ الحدیث!" (صحیح بخاری ص ۱۲۴ جلد اول)

اسی بناء پر سلف صالحین سے مختلف عدد منقول ہیں۔ اور جو اکتالیس تک بیان کئے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ آٹھ رکعات مسنون ہیں اور مذکورہ نصوص کی بناء پر مزید پر جواز کا اطلاق ہے، نہ کہ سنیت کا! اس کے باوجود احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مسنون رکعت پر اکتفاء کی جائے اور قیام اللیل کو لمبا کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ "کونسی نماز افضل ہے"؟ آپ نے فرمایا "جس کا قیام لمبا ہے!"

۳۔ صرف اس فعل کی بناء پر امام مذکور کی اقتداء میں فرضی نماز ادا نہ کرنا غیر درست ہے۔

۴۔ امام صاحب کے اس فعل سے اگر فتنہ کا ڈر ہو تو انہیں وہی کردار ادا کرنا چاہیے جو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی ترمیم کے سلسلہ میں ادا کیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی عزم کے باوجود بناءِ کعبہ میں تصرف کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا:

"یَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ"

یعنی "اے عائشہؓ، اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی ——— ابن الزبیرؓ نے کہا، یعنی کفر سے (اسلام میں نئی نئی داخل نہ ہوئی ہوتی) ——— تو میں کعبہ کے دو دروازے بنا دیتا!"

اس پر امام بخاری رحمہ اللہ نے بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے:

"بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَقْصُرَ فَهْمُ النَّاسِ فَيَقَعُوا فِي أَشَدَّ مِنْهُ"

(ص۲۴ جلد اول)

یعنی "بعض ایسی چیزوں کو چھوڑ دینے کا باب، جو لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکنے کی بناء پر ان کے لیے فتنہ کا باعث بن جائیں!"

رہے مقتدی، تو ان کو چاہیئے کہ اپنے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فعل کو نمونہ بنائیں، جبکہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں رباعی (چار رکعتی) نماز کو قصر کی بجائے مکمل پڑھا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس مقام پر قصر کے قائل ہونے کے باوجود حضرت عثمانؓ کی اقتداء میں نماز مکمل پڑھی۔ لیکن فرمایا:

"فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ"

(صحیح بخاری ص۱۴۷ جلد اول)

یعنی "کاش، میرا حصہ یہ ہو کہ چار رکعات میں سے میری دو رکعات ہی قبول ہوں"

اس پر کسی نے آپؓ سے دریافت کیا کہ "یہ کیوں"؟ آپؓ نے فرمایا:

"اَلْخِلَافُ شَرٌّ" "اختلاف بری شئی ہے!"

اسی کے مشابہہ قصہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی منقول ہے حالانکہ آپؓ کا یہ عقیدہ تھا کہ "صَلٰوةُ الْمُسَافِرِ رَكْعَتَانِ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ كَفَرَ"

"مسافر کی نماز دو رکعتیں ہی ہے۔ جس نے سنت کی مخالفت کی، اس نے کفر کیا!"

پس ان واقعات کی روشنی میں امام و مقتدی، دونوں ہی کو اس مسئلہ پر شدت اختیار نہ کرتے ہوئے اختلاف سے باز رہنا چاہیئے۔ سو دعا ہے اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا فرمائے۔ آمین!

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء

جناب غازی عزیر

استدراک بر تحقیق

"اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا"

راقم کے افتاء "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" پر اہلحدیث حضرات کے بعض حلقوں کی طرف سے کچھ اعتراضات سامنے آئے ہیں۔ مثلاً:

"اقامت کے جواب میں "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہنا صحیح احادیث نبوی سے ثابت ہے، کبار محدثین اور محقق شارحین حدیث نے اسے اپنی مشہور و مستند تصانیف میں سنت و مستحب قرار دیا ہے، اسلاف اور علمائے اہلحدیث کا اس پر برابر عمل رہا ہے، اگر بفرض محال اسے ضعیف مان لیا جائے تو بھی فضائل اعمال میں تو ضعیف احادیث مقبول ہوتی ہیں اور اگر "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" نہ پڑھا جائے تو اقامت کے جواب میں اور کیا پڑھا جائے؟ ـــ وغیرہ"

ان تمام اعتراضات میں سے یہ دعویٰ قطعی باطل ہے کہ "اَقَامَهَا اللّٰهُ الخ" کہنا کسی صحیح حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ البتہ یہ سچ ہے کہ کبار محدثین و محقق شارحین حدیث نے اسے اپنی مشہور و مستند و معتمد علیہ تصانیف میں سنت و مستحب قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ علمائے اہلحدیث میں سے اکثر کا اس پر عمل بھی رہا ہے۔ لیکن جہاں تک فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کو مقبول و مشروع تسلیم کرنے کا تعلق ہے تو راقم کو اس امر میں اختلاف ہے ـــ چونکہ یہ اس بحث کا محل نہیں اس لیے اس پر ان شاء اللہ آئندہ کبھی گفتگو کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق! ـــ فی الحال ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ حدیث زیر بحث پر ایک مختصر استدراک قلمبند کیا جائے جو احباب و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معترضین حضرات کے لیے اطمینانِ خاطر کا باعث ہو۔ واللہ المستعان!

سابقہ مضمون میں علامہ نوویؒ، علامہ ابن علانؒ، علامہ ابنِ قدامہ مقدسیؒ، علامہ ابنِ قیمؒ، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ اور مولانا محمد مختار احمد ندوی وغیرہ کی تصانیف سے "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہنے کی تائید میں اقتباسات نقل کیے جا چکے ہیں۔[1] ذیل میں چند اور اکابر کی کتب سے اقتباس نقل کیے جا رہے ہیں:

امام نوویؒ "کتاب الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم" کے علاوہ اپنی مشہور شرح صحیح مسلمؒ کے "بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَوْلِ مِثْلِ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ لِمَنْ سَمِعَهُ" میں بھی رقمطراز ہیں:

"مؤذن کی اتباع، اقامت میں بھی اذان کی طرح ہی کی جائے، سوائے اس کے کہ (ہر سننے والا) اقامت کے الفاظ کی جگہ "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہے۔"[2]

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحیؒ (م ۱۱۶۲ھ) حدیث "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا وَجَعَلَنِیْ مِنْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا" کے تحت لکھتے ہیں:

"اسے ابوداؤدؒ اور ابن السنیؒ نے حضرت ابوامامہؓ یا بعض صحابہؓ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ جب حضرت بلالؓ اقامت شروع کرتے اور اس میں "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" پڑھتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔ پس آپ کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہونے کے سبب سے سنت ہے۔"[3]

"بلوغ المرام من جمع ادلۃ الاحکام" مصنفہ علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کے شارح علامہ محمد بن اسماعیل الکحلانی ثم الصنعانیؒ (م ۱۱۸۲ھ) فائدہ کے تحت سنن ابی داؤدؒ کی روایت

---

[1] ملاحظہ ہوں صفحات ۱۱ تا ۱۴ محدث جلد ۱۸، عدد ۷ – ۸

[2] صحیح مسلم بشرح النوویؒ ج ۴ ص ۸۸ طبع دار الفکر بیروت ۱۹۸۱ء

[3] کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس بتحقیق احمد القلاش ج ۱ ص ۱۸۱ طبع مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۸۵ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

"يُرِيْدُ بِحَدِيْثِ عُمَرَ مَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ وَسُقْنَاهُ فِي الشَّرْحِ مِنْ مُتَابَعَةِ الْمُقِيْمِ فِي أَلْفَاظِ الْإِقَامَةِ كُلِّهَا" [۴]

دادا مرحوم (مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری م ۱۳۵۲ھ) جامع الترمذیؒ کے باب "مَا يَقُوْلُ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ" کے فائدہ کے تحت حدیث زیرِ بحث نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

"یہ حدیث مجاوبۃ المقیم کے استحباب پر دلالت کرتی ہے ..... اور اس حدیث سے اس امر کے مستحب ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جب اقامت کہنے والا "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" کہے تو اقامت سننے والا "أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا" کہے" [۵]

استاد سید سابق فرماتے ہیں کہ :

"جو شخص اقامت سنے، اس کے لیے ویسا ہی کہنا مستحب ہے جیسا کہ وہ اقامت کہنے والے کو سنے، بجز اس وقت کے کہ جب وہ "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" کہے۔ کیونکہ اس وقت "أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا" کہنا مستحب ہے۔ پس بعض اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے —— (حدیث) —— اور بجز اس وقت کے بھی جب اقامت کہنے والا "حیعلتین" پکارے، پس اس وقت "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" کہنا مستحب ہے" [۶]

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے بھی اقامت کے جواب میں "أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا" کہنا بیان کیا ہے۔ آں موصوف سنن ابی داؤدؒ کی روایت بیان کرنے کے بعد اس پر

---

۴ سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۱۲۷ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

۵ تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذیؒ ج ۱ ص ۱۸۳ طبع دہلی و نشر السنۃ ملتان و ج ۱ ص ۶۱۶-۶۱۷ طبع دار الفکر ۱۹۷۹ء

۶ فقہ السنۃ مصنفہ سید سابق ج ۱ ص ۱۱۶ طبع دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۳ء

 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ مرتب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ابوداؤدؒ کے نزدیک ایک دوسری خبر میں، جو بسندِ ضعیف مروی ہے، آپؐ نے یوں فرمایا:" اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ "اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کہنا بھی مروی ہے:" اَللّٰهُمَّ اَقِمْهَا وَاَدِمْهَا وَاجْعَلْنِيْ مِنْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا "۔[۵۷]

ملا علی قاری رحمہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"وَاجْعَلْنِيْ مِنْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا" کے اضافی الفاظ بھی مشہور ہیں"۔[۵۸]

اگر اکابر و محدثین و شارحینِ حدیث اور کبار محققین کے مندرجہ بالا یا سابقہ مضمون میں نقل کیے گئے تمام اقوال کو ایک لمحہ کے لیے نظر انداز کرتے ہوئے سنن ابی داؤدؒ کی حدیث کا علمی طریقہ پر تجزیہ (ANALYSIS) کیا جائے تو ہمیں اس کے ضعف کی تین واضح علامات نظر آئیں گی، جو حسب ذیل ہیں :

۱۔ "حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ ۔" (یعنی اہل شام میں سے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا) سے اس حدیث کی اسناد میں "مجہول" شخص کی موجودگی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

۲۔ "اَوْ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (یعنی "یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے مروی ہے") سے بھی کسی صحابئ رسولؐ کی تعیین نہیں ہو پاتی، بلکہ یہ کلمہ راوی کے شک وشبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳۔ حدیث کے راوی "شہر بن حوشب" کا خود متکلم فیہ، بلکہ اکثریت کے نزدیک "ضعیف" اور بعض کے نزدیک "متروک" ہونا۔

اوّل الذکر علت کے متعلق مشہور شارحینِ حدیث میں علامہ منذری، علامہ ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری، علامہ ابوالوزیر احمد حسن محدث دہلوی،

---

۵۷ الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی ج ۱ صـ ۵۵۲ تا ۵۵۴ طبع دار الفکر بدمشق سنہ ۱۹۸۵ء

۵۸ کذا فی بذل المجہود شرح سنن ابی داؤدؒ ج ۴ صـ ۹۳ طبع دار اللواء بالریاض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہم اللہ سب متفق الرائے ہیں۔[۹]

ثانی الذکر علت کے متعلق علامہ ابن علان کا یہ قول کہ "اس سے صحابی کی تعیین کا جو شک پیدا ہوتا ہے وہ بے ضرر ہے، کیونکہ تمام صحابہؓ عدول ہیں[۱۰] الخ" سابقہ مضمون میں گزر چکا ہے۔ علامہ موصوف کی مذکورہ تاویل نہایت کمزور، بے وزن، اور غیر درست ہے۔ کلمہ "اَوْ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یقینی طور پر راوی کا شک ہی بتلاتا ہے، جیسا کہ علامہ ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہما اللہ نے سنن ابی داؤدؒ کی اپنی اپنی شروح میں بصراحت بیان کیا ہے[۱۱]

ثالث الذکر علت کے متعلق پہلے ہی کافی لکھا جا چکا ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں مزید کسی اضافہ کی حاجت محسوس نہیں ہوتی[۱۲]

محدث شہیر علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ نے اگرچہ "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہنے کو مستحب قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی حدیث کے ضعف کو بھی ان الفاظ میں ظاہر فرما دیا ہے:

"اس کی اسناد میں مجہول شخص موجود ہے اور شہر بن حوشب پر ایک سے زیادہ لوگوں نے کلام کیا ہے، لیکن یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔"[۱۳]

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جن اکابر، محدثین، شارحین حدیث اور کبار علماء نے اپنی مشہور زمانہ اور مستند و مقبول تصانیف میں اقامت کے اس جواب کو "مستحب" یا "مسنون"

---

۹ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۸۳، عون المعبود ج ۱ ص ۲۰۸، تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۹ و بذل المجہود ج ۴ ص ۹۲-۹۳

۱۰ شرح الوجیز علیٰ ہامش کتاب الاذکار ص ۳۹ طبع دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۹ء

۱۱ عون المعبود شرح سنن ابی داؤدؒ ج ۱ ص ۲۰۸ و بذل المجہود ج ۴ ص ۹۲-۹۳

۱۲ ملاحظہ ہو سابقہ مضمون، محدث جلد ۱۸، عدد ۷-۸

۱۳ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۸۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے، بلاشبہ یا تو ان حضرات سے نادانستہ طور پر تسامح ہوا ہے، یا پھر اس سلسلہ میں ان لوگوں نے تحقیق کا حق کماحقہٗ ادا نہیں کیا۔ اسلاف کی نیک نیتی، خلوص، حسنِ کردار، دینِ حنیف سے حد درجہ محبت، اس کی تبلیغ و تعلیم و تشریح و نشر و اشاعت و ترویج کے لیے اُن رحمہم اللہ کا اپنی پوری زندگیاں وقف کر دینا وغیرہ، یا اسی قبیل کی دوسری تمام مساعی جمیلہ کے پیشِ نظر ہمیں ان کے ساتھ حسنِ ظن سے کام لیتے ہوئے اس یا اس جیسے دوسرے تسامحات کو تقاضائے بشری پر محمول کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے اُن کی رفعت، شان اور بزرگی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی اُن کی شخصیت مشکوک یا مطعون ہو جاتی ہے۔ لیکن اس راہِ اعتدال سے ہٹ کر بزرگوں کے تسامحات کو واضح دلائل کی موجودگی میں بھی تسلیم نہ کرنا بخل، غلو اور افراط و تفریط کا معاملہ ہے، جو کسی بھی طرح قابلِ ستائش نہیں ہے۔

سابقہ مضمون میں اس حدیث کی تضعیف سے متعلق علامہ سید ابو الوزیر احمد حسن محدث دہلوی رح، علامہ ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی رح، علامہ منذری رح، علامہ شیخ محمد الشقیری، علامہ شیخ عبداللہ الخضری وغیرہ کی تحقیقات[۱۴] پیش کی گئی تھیں۔ اسی سلسلہ میں عصرِ حاضر کے ایک مشہور محقق علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آں موصوف فرماتے ہیں:

"اس کی اسناد میں ضعف ہے، اس کی اسناد میں مجہول اور ضعیف راوی موجود ہیں۔ اس لیے امام النووی رح اور امام ابنِ حجر عسقلانی رح نے بالجزم اس حدیث کو ضعیف بیان کیا ہے۔"[۱۵]

حدیث کے ضعف کے متعلق علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے امام نووی رح کا جو قول نقل فرمایا ہے، وہ باوجود تلاشِ بسیار کے کہیں نہ مل سکا۔ البتہ امام صاحب نے اس حدیث کے پیشِ نظر "أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا" پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے،

---

[۱۴] ملاحظہ فرمائیں سابقہ مضمون، محدث جلد ۱۸، عدد ۷-۸

[۱۵] مشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی ج ۱ ص ۲۱۲ حدیث نمبر ۶۷۰ طبع المکتب الاسلامی ۱۴۰۵ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ